اداریہ

آزادئ وطن کا قرض

حکیم ضیاء الرحمٰن (اگست 1996)

اگست ہماری آزادی کا مہینہ ہے۔ قافلہ جو سید احمد شہید کی قیادت میں چلا تھا سوا سو سال بعد اگست ۱۹۴۷ء میں منزل میں داخل ہوا۔ یہ خون میں ڈوبے ہوئے زخمیوں کا قافلہ تھا۔ یہ قافلہ راستے میں لاشیں بکھیرتا آیا تھا۔۔۔ اس قافلے میں وہ مائیں بھی تھیں جنھوں نے مرے ہوئے بچے سینوں سے لگا رکھے تھے اور ایسے بچے بھی تھے جو ماؤں سے بچھڑ کر روتے بلبلاتے پا پیادہ بھوکے پیاسے پاکستان کی سوہنی دھرتی میں داخل ہوئے تھے۔

آزادی کا یہ مہینہ قوم کی ان ایک لاکھ بیٹیوں کا مہینہ ہے، جو مشرقی پنجاب میں گولی اور نیزے کی نوک پر بالجبر اغواء کر لی گئیں۔ ان میں سے کچھ ماردی گئیں۔ بعض کو عصمت فروش بنا دیا گیا اور باقی سکھوں کی بیویاں بنیں۔

آزادی کی جو قیمت قوم نے ادا کی تھی، وہ ہندوستان خصوصاً مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے آنے والوں سے پوچھئے یا پھر ہم سے پوچھئے جو لاہور میں ان لٹے پٹے قافلوں کا استقبال کرتے تھے۔ مسلمانوں کی حصول وطن کیلئے دی جانے والی قربانیوں اور ان قافلوں پر سکھوں اور گورکھوں کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم دیکھ دیکھ کر ہماری آنکھوں سے مسلسل بہنے والے آنسو تو خشک ہو چکے تھے لیکن دل روتے رہتے تھے۔ ہم وہ دن بھی نہ بھول سکیں گے جب ایک ٹرین ڈھائی سو لاشیں لے کر واہگہ اسٹیشن پر پہنچی تھی کالجوں کے طلبہ جو مہاجرین کے استقبال رہنمائی اور دیکھ بھال کیلئے سرحد پر ہمہ وقت موجود رہتے تھے شہر سے بلڈوزر لے کر گئے اور ایک لمبا چوڑا گڑھا کھود کر ان لاشوں کو کمبلوں، کھیسوں اور چادروں میں لپیٹ کر دفن کر دیا آج بھی سرحد کے ساتھ ساتھ واہگہ سے شالا مار تک سڑک کے دونوں طرف کہیں سے بھی کھود کر دیکھ لیں وہاں سے آزادی کے شہیدوں کی ہڈیاں ضرور برآمد ہوں گی یہ ہجرت کے شہید تھے تحریک پاکستان کے وہ شہید الگ تھے جو زیادہ تر تھانوں میں پولیس تشدد سے شہید ہوئے تھے ان کی تو لاشیں بھی نہیں ملی تھیں۔ انگریزی پولیس کے تشدد سے بے شمار آزادی کے متوالے ذہنی توازن کھو بیٹھے اور بہت سے جسمانی طور پر معذور ہو کر رہ گئے۔

جہاد آزادی کے مجاہدین اور ہجرت کے شہیدوں کی داستان چند سطور میں بیان نہیں ہو سکتی لیکن صرف اس خون کا حساب ضرور کیجئے جو اللہ کی راہ میں دے کر قوم نے آزادی حاصل کی تھی۔ وہ عظیم لوگ اپنا کردار ادا کر چکے لیکن اب ہم۔۔۔ جو زندہ ہیں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔

ملک کے سیاسی لیڈروں، بیوروکریٹس، ناجائز منافع خور تاجروں نے مل کر ملک کی آزادی کو خطرے میں ڈال دیا ہے اقتدار پرستی اور ہوس زر کے باعث ہم ملک کے آدھے حصہ سے محروم ہو چکے ہیں اور ملک کی موجودہ صورتحال سے یہ بات زیادہ واضح طور پر نظر آ رہی ہے کہ ملک میں ایک دفعہ پھر ۱۹۷۱ء والا تجربہ دہرایا جا رہا ہے۔ عوام کو دو واضح حصوں میں کاٹ دیا گیا ہے ایک پر اقتدار اور دوسرے پر اپوزیشن کا قبضہ ہے اور دوسری طرف تفرقہ باز علماء دین ہیں جنہوں نے اپنے اپنے فرقے پر جنونی کیفیت طاری کر کے ہتھیاروں سے لیس کر رکھا ہے۔

ہماری نظریں دیکھ رہی ہے کہ اگر یہی صورتحال بدستور برقرار رہی اور قوم نے تین دھڑوں کے چنگل سے نکل کر وطن کی آزادی کو برقرار رکھنے کی جدوجہد اور سعی نہ کی تو قوم مٹ جائے گی۔ ملک کا نام ونشان دنیا کے نقشے میں تو نظر نہیں آئے گا البتہ دنیا کے عجائب گھروں میں بطور نوادرات پڑے ضرور نظر آتے رہیں گے۔ ملک کو تباہ و برباد کرنے والے سیاستدانوں کے دھڑوں میں بٹے ہوئے پاکستانیو! ہوش کرو اور سوچو کہ کیا ہم اپنے بزرگوں کو وطن کے حصول کیلئے دی گئی قربانیوں کا حق ادا کر رہے ہیں۔ وطن کی حفاظت کا جو قرض ہم پر ہے کیا۔۔۔ ہم باحسن وخوبی ادا کر رہے ہیں؟

قومی صحت اور اتائیت (اگست 1996)

گذشتہ ماہ روزنامہ جنگ لاہور کے زیر اہتمام ایک سیمینار اتائیت کے خاتمے کے بارے میں منعقد ہوا جس میں ایلوپیتھک ڈاکٹرز، حکماء اور زندگی کے مختلف شعبوں میں تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔

سیمینار میں ڈاکٹر سعید الٰہی، ڈاکٹر ہارون، ڈاکٹر عابد تہامی، حکیم شریف جگرانوی، حکیم راحت نسیم سوہدروی اور حکیم محمد صدیق نے خطاب کیا اور آخر میں جنگ جیوری جس میں صوبائی وزیر صحت بدرالدین چوہدری ڈاکٹر حبیب اللہ اور منظور قادر ایڈووکیٹ شامل تھے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ”غیر اخلاقی اشتہار بازی سے جنسی امراض کی ترغیب، غیر مستند حکام کی پریکٹس پر پابندی لگائی جائے، حکومت غیر قانونی طبی کالج بند کر کے حکمت کا ڈرگ ایکٹ بنائے۔“

رونامہ جنگ نے اس مقصد کیلئے سیمیار کا انعقاد کر کے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔ اس قسم کے سیمینار ہر ماہ تمام شہروں میں منعقد ہوتے رہنے چاہئیں تا کہ قوم کو اتائیت کے

چنگل سے نکلنے کیلئے مدداور رہنمائی ملتی رہے پوری قوم اتائیت کے ہاتھوں تنگ ہے اور تمام طبی میگزین اس کے خلاف لکھتے بھی رہتے ہیں لیکن حکومت کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں اس وقت اتائیوں کی تعداد ۶۰ ہزار سے زیادہ ہے اور وہ کھلے بندوں اپنے ڈاکٹر اور حکیم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ان کی اکثریت بڑے شہروں کی پسماندہ بستیوں، قصبات اور دیہات میں مصروف عمل ہے جبکہ بڑے شہروں میں موجود کیمسٹ اور دوا فروشوں کی بڑی تعداد بھی اپنے پر غلط ملط علاج کرتی نظر آتی ہے۔ کہاں جاتا ہے کہ سادہ لوح شہریوں اور کم آمدنی والے افرد کی اکثریت ان کیمسٹوں اور دوا فروشوں ہی کے ہاتھوں اپنی صحت برباد کررہی ہے اور مختلف سرکاری ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں آنے والے مریضوں کے پیچیدہ امراض کا بڑا سبب یہی اتائی کیمسٹ اور دوا فروش لوگ ہیں۔

عام فہم زبان میں اتائی اسے کہا جاتا ہے جو کسی میڈیکل کالج یا طبیہ کالج سے باقاعدہ طبی تعلیم حاصل کیے بغیر پریکٹس کر رہا ہو۔ میڈیکل کالج، طبیہ کالج، ہومیو پیتھک کالجز اور ان کے نصاب تعلیم میں انسانی جسم کی ساخت، مختلف اعضاء کا عمل دواؤں کے اچھے برے اثرات، بیماریوں کے اسباب اور بیماری کے دوران انسانی جسم میں ہونے والی تبدیلوں کے علوم سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ پھر کتابی علم کے بعد عملی تربیت کیلئے ہسپتالوں اور طبی دواخانوں میں تجربہ کرایا جاتا ہے تب جا کر کوئی شخص ڈاکٹر یا حکیم بنتا ہے۔ ظاہر ہے جب کوئی فرد طبی اداروں میں طبی تعلیم حاصل نہیں کرے گا، عملی تربیت سے محروم رہے گا، دواؤں کی سائنس اور انسانی جسم کے عمل اور ردِ عمل سے واقف نہیں ہوگا تو علاج نہیں کر سکے گا۔

ہمارے ہاں ایسے جعلی ڈاکٹروں، فرضی طبیبوں کی اکثریت ایسے ہی افراد پر مشتمل ہے جو ڈسپنسریوں، کلینکوں اور دیسی دواخانوں میں ایک آدھ سال کام کرنے کے بعد دواؤں کے نام اور استعمال کے بارے میں تھوڑا بہت جان لیتے ہیں اور پھر اپنے نام کی تختی لگا کر حکمت یا ڈاکٹری کی دکان کھول لیتے ہیں ہسپتالوں اور دواخانوں میں بطور ہیلپر کام کرتے کرتے ان کا تجربہ صرف ٹمپریچر لینے، وزن کرنے، نسخہ کے مطابق مکسچر بنانے، مرہم پٹی کرنے تک محدود ہوتا ہے اور اپنے اس تجربہ کی بنیاد پر وہ عوامی صحتوں سے کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔

ماہنامہ ضیاء الحکمت شروع سے اتائیت کے خلاف برسرِ پیکار رہا ہے اور آئندہ بھی ہماری اتائیت کے خلاف جنگ جاری ہے گی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومتیں اس مسئلہ پر کیوں سرگرم نہیں ہوتیں۔ محض قانون بنا دینے سے ہی تو مسئلہ حل نہیں ہو جاتا ہے جب تک اس پر موثر طریقے سے عملدرآمد نہ کرایا جائے قومی صحت جیسے نازک مسئلہ سے اغماز کتنا بڑا جرم ہے یہ تو ہر آنے والی اور جانے والی حکومتیں جانتی ہیں لیکن اتائیت کو روکنے کیلئے موثر قدم کون سی حکومت اٹھائے گی یہ سوال سوالیہ نشان بنا عوام کا منہ ماضی میں بھی چڑاتا رہا ہے اب بھی چڑا رہا ہے اور شائد آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اتائیت کے ہاتھوں قومی صحت کی بربادی اور قیمتی جانوں کا ضیاع ہوتا رہے گا۔

پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک ہے جہاں قدم قدم پر جعلی ڈاکٹر اور فرضی معالج اپنی دکان سجائے بیٹھے ہیں کسی نے کلینک کھول رہا ہے کوئی جنسی امراض کا علاج کا ماہر بنا بیٹھا ہے کوئی دانت اور آنکھ کی دوا بیچتا ہے اور کوئی اپنے نام کے ساتھ طب کی جعلی ڈگریاں لگا کر لوگوں کو لوٹنے میں مصروف ہے کوئی بچپن کی غلط کاریوں کے اشتہار چھپواتا ہے اور کوئی صحت بنانے کے خطرناک کشتہ جات تھڑوں اور بازاروں میں بنا کر تقسیم کر رہا ہے طبی آرڈیننس ۱۹۶۵ء کے مطابق کوئی فرد اس وقت تک اپنے ساتھ لفظ ڈاکٹر یا حکیم نہیں لکھ سکتا جو باقاعدہ کوالیفائیڈ اور سند یافتہ نہ ہو۔ یہ قانون آج بھی موجود ہے مگر نہ تو پہلے ہی موثر تھا اور نہ ہی اب اس کا عملاً نفاذ ہو رہا ہے تمام طبی تنظیمیں ایک عرصے سے اتائیت کے خاتمے کیلئے برسرِ عمل ہیں سیمینارز اور مختلف میڈیاز کے ذریعے اطلاعات ایوان حکومت تک پہنچانے میں مصروف کار ہیں لیکن کسی بھی حکومت نے ان فرضی اور نام نہاد ڈاکٹروں کی سرگرمیوں کا بھی سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور اس طرح ان اتائیوں کو ہر دور میں انسانوں کے قتل عام کی اجازت حاصل رہی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم حکومت سے اپیل کریں گے کہ

۱۔ جہاں دہشتگردی اور دوسری معاشرتی برائیوں کے خاتمے کیلئے موثر اقدامات کیے جا رہے ہیں عوامی صحت سے کھیلنے والے ان نام نہاد اتائیوں کو بھی دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف موثر کاروائی عمل میں لائی جائے۔

۲۔ تعلیم کے لئے مخصوص کیے فنڈز کے صحیح استعمال کو یقینی بنایا جائے۔ اور خاص طور پر طبی اداروں کو دی جانے والی گرانٹ پر نظر رکھی جائے کہ آیا اس کا استعمال صحیح ہو رہا ہے یا طبیہ کالجز اور دیگر میڈیکل کالجز کے معیار کو بہتر بنانے اور کالجوں کے بارے میں اپنے ذرائع سے یہ علم حاصل کرے کہ کونسا کالج صحیح قومی فریضہ ادا کر رہا ہے اور کونسا اتائیت کی حوصلہ افزائی کرنے میں مصروف کار ہے۔

سانحہ ارتحال

گذشتہ ماہ ملک کی اہم طبی، سیاسی، سماجی اور مذہبی شخصیت جناب حکیم عبدالرحیم اشرف فیصل آباد میں انتقال کر گئے۔ مرحوم بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ نظریاتی پختگی کے حامل سیاسی کارکن بھی تھے اور تحریک پاکستان کے سرگرم رکن کی حیثیت سے ان کی خدمات ہمیشہ ناقابل فراموش رہیں گی۔ ملک کے لئے دردمند دل رکھنے کے ناطے وہ ملک کے موجودہ حالات پر بہت دکھی رہتے تھے۔ مرحوم نے پوری زندگی اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اسلام کو درپیش مسائل اور چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کا قلم ہمیشہ متحرک رہا اور مشکل ترین حالات میں بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی اور وہ تمام مکاتب فکر کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کیلئے کوشاں رہے۔ مرزائیت کے خلاف تحریک

میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہے اوران کی جدوجہد رنگ لائی اوراس فرقے کو مقننہ نے غیر مسلم قرار دے دیا۔انہوں نے اپنی ذاتی کاوشوں سے جامعہ تعلیمات اسلامیہ اور جامعہ طبیہ اسلامیہ کالج فیصل آباد جیسے اہم ادارے بھی قائم کیئے۔

فیصل آباد کی قدیم صحافت میں بھی ان کا نام سرفہرست ہے۔انہوں نے پندرہ روزہ المنیر اور ماہنامہ رہنمائے صحت کا اجراء کیا۔جو ہرلحاظ سے معیاری پرچے ہیں۔انتظامی لحاظ سے بھی وہ اعلیٰ پائے کے منتظم تھے۔انہوں نے اشرف لیبارٹریز کے نام سے ایک دواساز ادارہ قائم کیا جو دن رات قومی خدمت میں مصروف ہے اور جامعہ طبیہ اسلامیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل کے طور پر اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ایک مثالی طبی درسگاہ بنا ڈالا۔

ہم خدائے بزرگ وبرتر کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ مرحوم کی بشری لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ان کے درجات بلند کرے اوران کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کرتے ہوئے ان کیلئے صبر جمیل کے طالب ہیں۔

☆☆☆☆☆